شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ : گلشن اقبال کراچی

سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۱۴۷

گلستانِ قربِ حق

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ

حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حسبِ ہدایت و ارشاد

حلیم الامت حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبّت ہے
بہ اُمّیدِ نصیحت دوستو اسکی اشاعت ہے

محبّت تیرا صدقہ ہے ثمر ہیں تیرے نازوں کے
جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے ارشاد کے مطابق حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی جملہ تصانیف و تالیفات

محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

ضروری تفصیل

وعظ : گلستانِ قربِ حق
واعظ :عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ
تاریخِ وعظ : ۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۲؁ھ مطابق ۴ دسمبر ۱۹۹۱؁ء، بروز جمعۃ المبارک
مقام :مسجد اشرف، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، کراچی
مرتب :جناب سید عمران فیصل صاحب (خلیفہ مجاز بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ)
تاریخِ اشاعت : ۲۰ محرم الحرام ۱۴۳۷؁ھ مطابق ۳ نومبر ۲۰۱۵؁ء
زیرِ اہتمام : شعبہ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی
پوسٹ بکس:11182رابطہ:+92.21.34972080، +92.316.7771051
ای میل:khanqah.ashrafia@gmail.com
ناشر : کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی، پاکستان

قارئین و محبین سے گزارش

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کراچی اپنی زیرِ نگرانی شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی شایع کردہ تمام کتابوں کی ان کی طرف منسوب ہونے کی ضمانت دیتا ہے۔ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی تحریری اجازت کے بغیر شایع ہونے والی کسی بھی تحریر کے مستند اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہونے کی ذمہ داری خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی نہیں۔

اس بات کی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہ کی کتابوں کی طباعت اور پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ! اس کام کی نگرانی کے لیے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کے شعبۂ نشر و اشاعت میں مختلف علماء اور ماہرین دینی جذبے اور لگن کے ساتھ اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اس کے باوجود کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرمائیں تاکہ آیندہ اشاعت میں درست ہو کر آپ کے لیے صدقۂ جاریہ ہو سکے۔

(مولانا) محمد اسماعیل
نبیرہ و خلیفہ مُجاز بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ
ناظم شعبۂ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

عنوانات

گلستانِ قربِ حق

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَللّٰہُ یَجْتَبِیْۤ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَیَھْدِیْۤ اِلَیْہِ مَنْ یُّنِیْبُ[۱]

نفس کے چنگل سے رہائی کی ترکیب

جب انسان کے دست و بازو تھک جائیں، وہ اپنی طاقت استعمال کرنے کے باوجود شیطان پر غالب نہ آسکے، اُس کے نفس کی بُری بُری عادتیں بہت گہری ہوچکی ہوں، گناہوں کی دلدل میں اتنا زیادہ دھنس چکا ہو کہ جتنا اُچھلتا ہے اتنا ہی دلدل میں دھنستا ہے، جتنا گناہ سے توبہ کرنا چاہتا ہے اتنا ہی اُس کے گناہوں کی پُرانی عادتیں جو اس کے دل میں بہت گہری جڑیں پکڑ چکی ہوتی ہیں اس کو روسیاہ کرتی ہیں، نفس و شیطان اُسے اپنے چنگل میں دبالیتے ہیں اور پرانے گناہ بار بار یاد کراتے رہتے ہیں، وہ نادم بھی ہوتا ہے یہاں تک کہ اپنے نفس کو اتنی زیادہ ملامت کرتا ہے کہ بعض دوستوں نے کہا کہ دل چاہتا ہے خودکشی کرلوں۔ چوں کہ خودکشی حرام ہے لہٰذا ایسے مریضوں کو آئی سی یو میں داخل ہونا چاہیے۔ ہسپتال کے انتہائی نگہداشت کے کمرہ کو انگریزی میں آئی سی یو کہتے ہیں، تو اوّل تو اُن کو وہاں داخلہ لینا چاہیے لیکن بعض کے حالات ایسے ہوتے ہیں کہ ہسپتال میں داخلے کے باوجود وہ مریض بدپرہیزی کا اتنا زیادہ عادی ہوتا ہے کہ ڈاکٹر کی نگرانی میں رہتے ہوئے بھی چھپ کر کچھ نہ کچھ زہر کھالیتا ہے مثلاً اسے

۱؎ الشوریٰ:۱۳

پیچش ہے، آنتیں سڑ چکی ہیں مگر مرچوں والے کباب کھانے سے باز نہیں آتا، ڈاکٹر نے لاکھ منع کیا، ہر وقت نگرانی بھی کرتا ہے مگر کہیں سے چھپ چھپا کر کباب منگوا کر کھالیتا ہے یا پھر اسے شوگر کی بیماری ہے مگر یہ ظالم گلاب جامن کھانے سے باز نہیں آتا، چپکے سے کہیں نہ کہیں سے منگوا کر کھالیتا ہے حالاں کہ اُس کے بعد اُس کی حالت انتہائی خراب ہو جاتی ہے، وہ انتہائی اضطراب میں ہوتا ہے۔ اسی طرح جو لوگ گناہوں کے معاملے میں بدپرہیزی کرتے ہیں ان کی ساری زندگی پاگل کتّے کی طرح رہتی ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اطمینانِ قلب کا مدار اور اطمینانِ قلب کی بنیادی چیز اپنی یاد کو فرمایا ہے اور گناہ اللہ کی یاد کی بالکل مخالف چیز ہے۔

اللہ تعالیٰ کی یاد کے دو درجے

اللہ تعالیٰ کی یاد کے دو درجے ہیں، ایک تو یہ ہے کہ بالکل یاد نہیں کیا، غفلت سے نماز قضاء ہو گئی یا جماعت چھوٹ گئی تو یہ درجہ غفلت کا بھی ہے اور معصیت کا بھی کیوں کہ شریعت نے جماعت کو واجب قرار دیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچوں نمازوں کو جماعت سے ادا کرنے کی تاکید ان الفاظ میں فرمائی ہے اِنَّهُنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدٰى پانچوں نمازوں کو جماعت سے ادا کرنا سُنَنِ ہُدیٰ میں سے ہے، لَوْ أَنَّ كُلَّكُمْ صَلّٰى فِيْ بَيْتِهٖ،لَتَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ،وَلَوْتَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَضَلَلْتُمْ اگر تم نے جماعت کی نماز چھوڑ کر گھر میں نماز پڑھی تو تم نے اپنے نبی کی سنّت کو چھوڑ دیا، اور یاد رکھو اگر تم اپنے نبی کی سنّت کو چھوڑ دو گے تو سراسر گمراہی میں پڑ جاؤ گے، وَمَا يَتَخَلَّفُ مِنْهَا اِلَّا مُنَافِقٌ مَعْلُوْمُ النِّفَاقِ[٢] جماعت کی نماز صرف وہی شخص چھوڑتا ہے جو منافق ہو اور اس کا نفاق ظاہر ہو۔ اس لیے جماعت سے نماز پڑھنا واجب قرار دیا گیا ہے۔ اور وہ کون سی دلیل ہے جس سے فرض نماز با جماعت پڑھنا واجب ہے؟ وہ دلیل قرآن پاک کی یہ آیت ہے وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ[٣] اور رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ۔ جب جماعت سے نماز ہو رہی ہو تو جماعت کے ساتھ نماز پڑھو۔ اب آپ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے نماز کو رکوع سے کیوں تعبیر کیا؟ نماز کے لیے یہ آیت یوں بھی نازل

٢؎ صحیح مسلم:٢٣٢/١،باب فضل الصلٰوۃ الجماعۃ وبیان التشدید فی التخلف منھا، ایچ ایم سعید

٣؎ البقرۃ:٤٣

ہو سکتی تھی صَلُّوا مَعَ الْمُصَلِّیْن نماز پڑھو نماز پڑھنے والوں کے ساتھ، لیکن اللہ تعالیٰ نے نماز کو لفظ رکوع سے کیوں تعبیر کیا؟ حالاں کہ رکوع تو نماز کا ایک جُز ہے۔ کبھی کُل کو جُز سے تعبیر کر دیا جاتا ہے جبکہ وہ جُز بہت اہم ہو جیسے طب میں لعوقِ سپستاں ایک دوا کا نام ہے، اگرچہ اس میں اور بھی بہت سے اجزا ہوتے ہیں لیکن سپستاں اہم جُز ہوتا ہے، اُس کی وجہ سے اس کا نام ہی لعوقِ سپستاں رکھ دیا گیا۔ مسلمانوں کو رکوع ایک نئی چیز عطا ہوئی تھی، لَا رُکُوْعَ فِیْھَا[۴] پچھلی اُمتوں کو رکوع کی دولت نصیب نہیں تھی، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو رکوع کی دولت نصیب فرمائی۔ اس لیے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اس اہم جُز کے نام سے نماز کو تعبیر کیا۔

میں جو یہ بات عرض کر رہا ہوں یہ تفسیر روح المعانی میں موجود ہے۔ حوالہ اس لیے دے دیتا ہوں تاکہ اگر کوئی دیکھنا چاہے تو الحمد للہ میرے پاس کتب خانے میں موجود ہے۔ فقہاء اور علماء کہتے ہیں کہ اس آیت کی رو سے جماعت سے نماز پڑھنا واجب ہے اور حدیثوں میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجبور، معذور، بیمار تو مستثنیٰ ہے مگر اس کے علاوہ جو شخص جماعت سے نماز ادا نہ کرے، غفلت کی وجہ سے جماعت چھوڑ دے تو میرا دل چاہتا ہے فَاُحَرِّقُ عَلَیْھِمْ بُیُوْتَھُمْ فِی النَّارِ[۵] کہ میں لکڑیاں جمع کرکے اس کے گھر کو آگ لگادوں۔ جو جان بوجھ کر جماعت چھوڑتا ہے سمجھ لو اُس کے گھر میں آگ لگ ہی گئی۔

ذکرِ مثبت اور ذکرِ منفی کی تعریف

تو یاد کی دو قسمیں ہیں، یادِ مثبت اور یادِ منفی پھر یادِ منفی کی دو اور قسمیں ہیں یعنی خلافِ یاد کی دو قسمیں ہیں غفلت اور معصیت۔ جیسے ایک شخص تلاوت کرنا بھول گیا، ذکر کرنا بھول گیا، اللہ کو یاد نہیں کر رہا ہے، گپ شپ خوب کر رہا ہے، یہ غافل تو ہے مگر عاصی نہیں ہے اگرچہ کسی درجہ میں تھوڑی سی غفلت ہے جو مکروہ ہے لیکن ایک شخص گناہِ کبیرہ کر رہا ہے، بد نظری کر رہا ہے، کسی عورت کو یا لڑکے کو شہوت کے ساتھ دیکھ رہا ہے یا دیگر گناہِ کبیرہ کرتا ہے تو یہ شخص اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بالکل متضاد جا رہا ہے تو جتنا ذکر سے اطمینانِ قلب کا وعدہ

---

[۴] روح المعانی: ۱/۲۴۷، البقرۃ (۴۳)، دار احیاء التراث، بیروت

[۵] سنن ابی داؤد: ۱/۸۱، باب التشدید فی ترک الجماعۃ، ایچ ایم سعید

ہے اتنا ہی اس کے خلاف کرنے پر بے اطمینانی کا ترتب عذاب کی صورت میں نازل ہوتا ہے۔

عذابِ الٰہی سے بے خوفی خطرناک علامت ہے

یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ وہ ڈھیل دیتے ہیں کہ شاید اب توبہ کرلے، اب توبہ کرلے مگر جب دیکھتے ہیں کہ اس ظالم کے منہ کو تو یہ خبیث عادتیں لگی ہوئی ہیں جنہیں اب یہ چھوڑے گا نہیں تو پھر اکٹھا ہی پکڑ کر جوتے سے پٹوا دیتے ہیں یا پھر ہلاک ہی کردیتے ہیں۔ بعض لوگوں کو عین گناہِ کبیرہ کی حالت میں ہلاک کردیا گیا، وہاں فائرنگ ہوگئی یا کچھ اور سزا ہوگئی، اخباروں میں آگیا کہ اس نے غیرت سے خودکشی کرلی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہ ڈرنے والوں کا حال بہت خستہ ہے۔ یہ کفار کی علامت ہے کہ اللہ کے عذاب سے بے خوف رہتے ہیں، یہ مؤمن کی شان نہیں ہے۔ اس لیے عرض کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے حلم و کرم کو آڑ بنا کر اور نفس دُشمن کی باتیں سن کر گناہ کے تقاضوں پر عمل نہ کرو۔ یاد رکھو جو شخص گناہ چھوڑنے سے اپنے نفس دُشمن کو حسرت اور غم کا داغ دیتا ہے، نفس کو زخم لگاتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت پیارا بندہ ہوتا ہے کیوں کہ بندہ جب گناہوں سے بچتا ہے تو اُس کا دل شکستہ ہوتا ہے اور ٹوٹے ہوئے دل میں خدا ہوتا ہے۔ اس پر مجھے اپنا ایک شعر یاد آیا ؎

میرے حسرت زدہ دل پر اُنہیں یوں پیار آتا ہے
جیسے چوم لے ماں چشمِ نم سے اپنے بچے کو

گناہ چھوڑنے سے دل میں حسرت پیدا ہوتی ہے کہ آہ! گناہوں میں کیسا مزہ آتا تھا، اور نفس بھی کہتا ہے کہ ارے! اب یہ مُلّا ہوگیا، متقی ہوگیا، اب یہ نہ وی سی آر دیکھے گا، نہ سینما دیکھے گا، نہ ٹی وی دیکھے گا، نہ حسینوں کو دیکھے گا۔ اب نادان آدمی اپنی زندگی کو ویران سمجھنے لگتا ہے لیکن اگر اس کو عقل آجائے تو یہی زندگی کی آبادی اور زندگی کی تعمیر ہے۔ جو خدا تعالیٰ کو راضی رکھتا ہے یقین سے کہتا ہوں کہ اُس کے دل میں اللہ تعالیٰ غیر فانی حیات عطا فرماتا ہے، جو فانی بہاروں کو طلاق دیتا ہے اور طلاق بھی کیسی؟ مغلظہ۔ رجوع والی طلاق نہیں کہ ایک دفعہ تو کہا کہ یا اللہ! میری توبہ مگر پھر گناہ کرلیتا ہے، گناہوں کو طلاقِ رجعت مت دو، طلاقِ مغلظہ دو۔ گناہ چھوڑنے سے دل کو جو حسرت ہوتی ہے اس پر میرا شعر ہے ؎

میرے حسرت زدہ دل پر اُنہیں یوں پیار آتا ہے
جیسے چوم لے ماں چشمِ نم سے اپنے بچے کو

ماں اپنے بچے سے کہتی ہے کہ بیٹا! تمہیں پیچش لگی ہوئی ہے لہٰذا کباب مت کھاؤ، تمہیں ڈاکٹر نے منع کیا ہے، اگر کباب نہیں کھاؤ گے تو جلدی اچھے ہو جاؤ گے پھر ہم تمہیں خوب کباب کھلائیں گے۔ لیکن جب بچّہ اپنے دوسرے بھائیوں کو کباب کھاتے دیکھ کر رونے لگتا ہے تو ماں اُس کو گود میں لے کر چشمِ نم سے پیار کرتی ہے اور کہتی ہے کہ ڈاکٹر جس چیز سے پرہیز بتائے اس کی بات مان لو۔ اسی طرح شیخ اپنے مرید کو جس چیز سے پرہیز بتائے اگر وہ جائز بھی ہو تو اُس سے احتیاط کرو کیوں کہ شیخ خوب سمجھتا ہے کہ یہ جائز کرتے کرتے ناجائز میں داخل ہو جائے گا۔

حضرت حکیم الامّت تھانوی کو ان کے ایک مرید نے خط میں اپنے کچھ حالات لکھے، حضرت نے ان کے حالات پڑھ کر انہیں خلافت عطا فرمادی۔ ایک دوسرے صاحب نے انہی مرید کے حالات نقل کر کے حضرت تھانوی کو لکھے تاکہ حضرت یہ سمجھیں کہ میرے بھی ایسے ہی حالات ہیں اور مجھے بھی خلافت مل جائے۔ لیکن حضرت نے ان کا خط پڑھ کر فرمایا کہ میرے خلیفہ کی نقل مت کرو، میں تمہیں خوب سمجھتا ہوں کہ ابھی تمہارے کتنے دانت نکلے ہیں، جو جانور پالتا ہے وہ یہ بھی جانتا ہے کہ اب اس کے کتنے دانت نکلے ہیں۔ لہٰذا اس بات کو سمجھ لو کہ شیخ کو کبھی دھوکہ مت دو۔

یادِ خدا سے غفلت دوزخی زندگی ہے

دوستو! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی یاد میں اطمینان کا وعدہ ہے اُسی طرح ان کی یاد کے خلاف یعنی غفلت میں بے اطمینانی ہے، اگر ان کی یاد کے ساتھ ساتھ گناہ بھی کر رہے ہو تو قلب میں اطمینان تو آئے گا مگر وہ ناقص ہو گا کیوں کہ اگر ایک گناہ بھی کر لیا تو یہ اللہ کی کامل یاد کے خلاف ہے، ضدِ کامل ہے لہٰذا عذاب کی صورت میں بے اطمینانی کامل طور پر آئے گی، پھر نہ کہنا کہ خبر نہ ہوئی۔ آخر کب تک اس طرح کی معذب زندگی گزارو گے؟ جو اللہ تعالیٰ کو ناراض کرتا ہے وہ عذاب میں ہوتا ہے، اُس کی دوزخ تو یہیں سے شروع ہو جاتی ہے کیوں کہ دوزخ کے عذاب کا تذکرہ قرآن پاک میں ہے کہ لَا یَمُوْتُ فِیْھَا

وَ لَا یَحۡیٰی[6] یعنی دوزخ میں نہ موت آئے گی نہ حیات ملے گی۔ گناہ گار کی زندگی بھی ایسی ہی ہوتی ہے، نہ اُسے موت آتی ہے نہ حیات ملتی ہے۔ گناہوں کے ہوتے ہوئے اسے اللہ والوں جیسی حیات کہاں مل سکتی ہے؟ گناہ کرنے کے ساتھ ملفوظات نقل کرنے سے کیا ہوتا ہے۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ اگر میں اللہ والا نہ ہوتا تو ایسے ملفوظات کیوں نقل کرتا؟ تو بتا دیا کہ محض ملفوظات نقل کرنے سے کچھ نہیں ہوتا ؎

گر بیا موزی صفیرے بلبلے
تو چہ دانی کوچہ گوئید با گُلے

اگر تم نے بلبل کی سیٹی کی مشق کرلی یعنی بلبل کی آواز نکالنے کی نقل کرلی تو تمہیں کیا خبر کہ بلبل پھول سے کیا بات کر رہا ہے؟ اسی لیے اللہ والوں کی باتیں نقل کرنے سے یہ مت سمجھو کہ تمہیں اللہ کا قرب مل گیا ہے، گناہوں پر اصرار کرنے والوں کو اللہ والوں کے مقام کی ہوا تک نہیں لگتی، محض الفاظ چرانے سے کچھ نہیں ہوتا، مناجات کے عالم میں اللہ والوں کی روح کے اللہ سے کیا راز و نیاز ہوتے ہیں تمہیں اُس کی ہوا بھی نہیں لگی۔

قربِ الٰہی کی خوشبو

جو ہر وقت گناہوں میں غرق رہتا ہے وہ صورتاً تو سنیاسی یعنی دُرویش ہے لیکن عملاً سنڈاسی ہے، ہندی زبان میں سنڈاس بیت الخلاء کو کہتے ہیں، پہلے زمانے میں بھنگیوں سے کہتے تھے کہ بھئی ذرا سنڈاس صاف کر دینا، تو یہ شخص صورتاً تو سنیاسی ہے مگر عملاً سنڈاسی ہے۔ کیا گناہوں کی غلاظت کے ساتھ اللہ کے قرب کے عطر کا تصور ہو سکتا ہے؟ ذرا سوچئے کہ جو شخص گناہِ کبیرہ کا ارتکاب کرتا ہے کیا اس ظالم کو حق تعالیٰ کے قرب کی خوشبو آئے گی؟ جیسے کسی نے دس ہزار روپے تولہ کا عطر لگایا مگر ساتھ ہی کتّے کا پاخانہ بھی لگالیا تو کیا اس کے پاس سے عطر کی خوشبو آئے گی؟ اس لیے ہمارے اکابر یعنی حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ چاہے وظیفے کم پڑھو لیکن گناہ سے بچو، اگر گناہ سے دور رہو گے

[6] الاعلیٰ:۱۳

تو تھوڑا سا ذکر ہی زمین سے اُٹھا کر اللہ تک پہنچا دے گا، ان شاء اللہ۔

اللہ اللہ اسم ذاتِ پاک دوست
اسم اعظم از برائے قرب اوست

مولانا رومی کا منہ ہی یہ بات کہنے کے قابل تھا کہ اللہ ہمارے دوست کا پاک نام ہے۔ اللہ کا نام لینا، اللہ کا ذکر کرنا ذاکر کو مذکور تک پہنچا دیتا ہے یعنی اللہ کا ذکر بندے کو اللہ تک پہنچا دیتا ہے۔ ذکر یعنی اللہ کی یاد کی دو قسمیں ہیں اور غفلت کی بھی دو قسمیں ہیں۔

ایک صاحب نے حکیم الامّت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ میں ذکر کرتا ہوں اور ذکر پر اطمینانِ قلب کا وعدہ ہے لیکن میرے قلب کو اطمینان حاصل نہیں ہوتا۔ حضرت نے دریافت فرمایا کہ کیا تم گناہوں کا ارتکاب کرتے ہو؟ کہاں کہ جی ہاں۔ فرمایا کہ جب تمہارا ذکر کامل نہیں ہے تو اطمینانِ کامل کا انتظار کیوں کرتے ہو؟ جب تمہارا ذکر گناہوں کی وجہ سے ناقص ہے تو تم کو اطمینان بھی ناقص ملے گا، مال تو کھوٹا پیش کرتے ہو مگر قیمت اصلی لینا چاہتے ہو۔ اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰہِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ [۷] ایمان والو سن لو! صرف اللہ ہی کی یاد سے تم کو چین ملے گا۔ تم کہاں حرام لذّتوں میں چین تلاش کرنے جارہے ہو، خدا کے لیے کچھ تو حیا کرو۔ حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ میرے شیخ کے استاد تھے، فرماتے ہیں ؎

عشقِ بتاں میں اسعدؔ کرتے ہو فکرِ راحت
دوزخ میں ڈھونڈتے ہو جنت کی خوابگاہیں

تم حسینوں کے چکر میں آرام تلاش کرتے ہو، اللہ کے غضب کی راہوں میں چین تلاش کرتے ہو جبکہ قلب کا چین تو اللہ نے اپنی یاد میں رکھا ہے، تم کب تک گدھے اور احمق بنے رہو گے، گدھے پن کی بھی کوئی انتہا ہوتی ہے، آخر خدا نے ہمیں انسان بنایا ہے، لہٰذا اس درجہ کی احمقانہ چالیں کب تک چلو گے۔

---

۷ الرعد:۲۸

اطمینانِ کامل اور اطمینانِ ناقص میں فرق

تو ذکر یعنی اللہ کی یاد کی دو قسمیں بیان ہو گئیں، ذکرِ کامل اور ذکرِ ناقص۔ آپ لوگ اطمینانِ کامل چاہتے ہیں یا اطمینانِ ناقص؟ اگر اللہ تعالیٰ کا ذکر کروگے اور گناہوں سے محفوظ رہو گے تو تمہیں اطمینانِ کامل ملے گا۔ گناہوں کے ساتھ ذکر سے اطمینانِ ناقص ملتا ہے لیکن چوں کہ ذکر ہی آہستہ آہستہ اللہ تعالیٰ تک پہنچانے کا ذریعہ ہے اور اطمینانِ ناقص کو اطمینانِ کامل بنانے کا ذریعہ ہے لہٰذا ذکر کبھی نہ چھوڑیں۔ بعض لوگ گناہ تو نہیں چھوڑتے لیکن ذکر چھوڑ دیتے ہیں، بُرائی تو نہ چھوڑی بھلائی چھوڑ دی، گناہ نہ چھوڑا اللہ میاں کو چھوڑ دیا، گناہ نہ چھوڑا شیخ کو چھوڑ دیا، خانقاہوں میں آنا جانا چھوڑ دیا، یہ تو اور گدھا پن ہے، ایسا شخص امیر الحُمُر ہے یعنی گدھوں کا سردار ہے۔

غفلت کی دو قسمیں

اسی طرح غفلت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک غفلتِ ناقص ہے مثلاً شیخ نے کچھ معمولات بتائے وہ نہیں کر رہا، غفلت ہو گئی، سستی ہو گئی یا دوستوں سے باتوں میں لگا ہوا ہے، ان کے ساتھ کھانے میں، چائے پینے میں لگا ہوا ہے تو یہ غفلتِ ناقص ہے کیوں کہ گناہ میں تو ملوّث نہیں ہے صرف ذکر نہیں کر رہا ہے۔ اور ایک غفلت یہ ہے کہ آدمی گناہ کر رہا ہے، اسے کامل غفلت کہتے ہیں، جو شخص گناہ پر جرأت کرتا ہے تو یہ شخص کامل غفلت میں مبتلا ہے۔ لہٰذا سمجھ لیں کہ پھر اس کا حال کیا ہو گا؟ اس کی زندگی کتنی تلخ ہو گی۔ اگر کوئی یہ کہے کہ ہمیں تو گناہ سے کوئی خاص پریشانی نہیں ہوتی تو اس کا دل مردہ ہے جیسے مُردے کو ہزار جوتے لگائیں تب بھی وہ اُف نہیں کرتا۔ تو جس کو گناہ کرنے سے پریشانی نہیں ہوتی تو معلوم ہوا کہ اس کا قلب حق تعالیٰ کے قرب کی حیات سے بہت دور جا رہا ہے کیوں کہ اللہ والوں کا دل ایک معمولی مکروہ فعل سے بھی بے چین ہو جاتا ہے ؎

بَر دِلے سالک ہزاراں غم بود
گر ز باغِ دل خلالے کم بود

اگر سالک کے باغِ دل سے ایک تنکا بھی کم ہو جائے تو اس کے دل پر ہزاروں غم ٹوٹ پڑتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ ہم اصلی سالک نہیں ہیں، جو شخص گناہوں سے پریشان نہ ہو تو یہ ظالم سالک کہلانے کے قابل نہیں ہے کیوں کہ سالک کی تعریف مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کرتے ہیں ؎

بَر دِلے سالک ہزاراں غم بود
گر ز باغِ دل خلالے کم بود

یعنی گناہ کرنے سے سالک کے اوپر ایک نہیں ہزاروں غم ٹوٹ پڑتے ہیں اگر اُس کے باغِ قرب سے ایک خلال یعنی ایک تنکا بھی کم ہو جائے لیکن اگر اس گناہ گار کے اوپر ایک غم بھی نہیں ٹوٹتا تو معلوم ہو گیا کہ اس کے قلب کا کیا حال ہے، یہ گناہوں سے بچنے کی ہمت نہیں کرتا، یہ ہمت چور ہے جیسے بھینس اپنے بچے کے لیے دودھ چرا لیتی ہے، یہ ظالم نفس کے حرام مزے کا ہمت چور ہے کیوں کہ اس کے منہ کو اتنا حرام مزہ لگ چکا ہے کہ یہ ہمت ہوتے ہوئے بھی ہمت چور ہے، یہ جانتا ہے کہ اگر میں ہمت کرلوں گا تو میرے نفس کی بُری خواہشوں کی تکمیل کیسے ہوگی؟ لیکن قیامت کے دن اس ہمت چوری کا مواخذہ ہوگا، قیامت کے دن اللہ اس سے پوچھے گا کہ میں نے یہ آیت نازل کی تھی فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ[۸] تم نے اس پر عمل کیوں نہیں کیا؟ تب کیا جواب دوگے؟ لہٰذا جتنی تم میں ہمت اور استطاعت ہے اتنا تو اللہ سے ڈرو۔ کیا اللہ نے تمہیں ہمت نہیں دی ہے کہ تم ٹیڈیوں کے پیچھے نہ پھرو یا گناہوں کے مراکز میں مت جاؤ۔ کسی بھی گناہ کے لیے ایک قدم اٹھانے کو دوزخ سے زیادہ شدید سمجھو، سوچو تو صحیح کہ تمہارا قدم کہاں جا رہا ہے؟

جس وقت زمین پر گناہ ہوتا ہے آسمان پر اللہ کے غضب کا کیا حال ہوتا ہے۔ اگر اللہ کے غضب کا صحیح انکشاف ہو جائے تو کسی کو گناہ کرنے کی ہمت نہ پڑے۔ جس وقت زمین پر کوئی شخص گناہ کرتا ہے تو وہ اتنا تو سوچے کہ آخرت میں میرا کیا حال ہوگا؟ آج کل ایمر جنسی ویزے آرہے ہیں، جدھر دیکھو موت ہے۔ مولانا فاروق القاسمی دارالعلوم میں رسالہ البلاغ کے منتظم

۸؎ التغابن:۱۶

تھے، اُن کی عمر چالیس برس کی بھی نہیں تھی لیکن ایک گھنٹے کے اندر ختم ہوگئے حالاں کہ پہلے سے کوئی بیماری نہیں تھی، اچانک دل میں درد اُٹھا، پسینہ آیا اور ایک گھنٹے میں ختم ہوگئے۔ اگر کسی کو گناہ کی حالت میں موت آگئی تو اس کا کیا حال ہوگا، جس قوم کا وہ ورثہ ہے اُسی قوم کے ساتھ اس کا حشر ہوگا۔ اگر کوئی لواطت کا عادی ہے یعنی لڑکوں کے ساتھ بد فعلی کا عادی ہے تو قومِ لوط کے ساتھ اس کا حشر ہوگا اگر اس نے سچی توبہ نہیں کی اور اگر کوئی اور بری عادت ہے تو جس قوم کے ساتھ اُس گناہ کا تعلق ہے اسی قوم کے ساتھ اُس کا حشر ہوگا اور ایک بات اور بھی ہے کہ اگر وہ گناہ کی حالت میں مارا گیا مثلاً گناہ کرتے وقت کسی نے اس پر فائرنگ کر دی جس کی وجہ سے وہ مر گیا تو قیامت کے دن اسی گناہ کی حالت میں اُٹھایا جائے گا۔

داڑھی اور مونچھیں کیسی رکھنی چاہئیں؟

اس لیے عرض کرتا ہوں کہ داڑھی مُنڈانا چھوڑ دیں ورنہ قیامت کے دن اسی منڈی ہوئی داڑھی والی حالت میں اُٹھائے جائیں گے۔ اور اگر سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ سوال کر لیا کہ اے میرے اُمتی! تجھ کو میری شکل سے نفرت کیوں تھی جبکہ تو میری شفاعت کا اُمیدوار بھی تھا لیکن میری جیسی شکل بنانے سے تجھ کو کیوں نفرت تھی، تو نے دنیا میں میری جیسی شکل کیوں نہیں بنائی؟ تو کیا جواب دو گے؟ اس پر خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے ؎

تیرے محبوب کی یاربّ شباہت لے کے آیا ہوں
حقیقت اس کو تو کر دے میں صورت لے کے آیا ہوں

ارے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت تو بنالیں، جب اللہ والوں کی شکل بنالیں گے تو ان شاء اللہ تعالیٰ اللہ والوں کی روح بھی آجائے گی۔ لوگ اس بات کو معمولی سمجھتے ہیں کہ ظاہر بنانے سے کچھ نہیں ہوتا حالاں کہ یہ معمولی بات نہیں ہے جیسے ماں کے پیٹ میں پہلے انسان کا اسٹرکچر بنتا ہے، پھر اُس میں انسانیت کی روح آتی ہے اور گدھے کے پیٹ میں گدھے کا اسٹرکچر بنتا ہے پھر اللہ اس میں گدھے کی روح داخل کرتا ہے۔ انسان اپنی جیسی شکل وصورت بناتا ہے ویسی ہی حقیقت بھی اس کے اندر آجاتی ہے۔ جنہوں نے داڑھی تو رکھی ہے مگر ان کی داڑھی ایک مشت نہیں ہے، وہ ایک مشت داڑھی رکھتے ہوئے شرماتے ہیں تو یاد رکھیے کہ

تینوں طرف سے ایک مشت داڑھی رکھنا واجب ہے یعنی دائیں سے، بائیں سے اور سامنے سے ایک مٹھی داڑھی رکھنا واجب ہے اور مٹھی کس کی ہو؟ اپنی ہو۔ کسی بچہ کی نہ ہو، معلوم ہوا کہ حجام کا دس سالہ بچہ اُٹھالاؤ اور کہو کہ بھائی حجامت بنادو اور اپنے بچہ کی مٹھی جتنی میری داڑھی کاٹ دو۔ بتایئے! اس بچہ کی مٹھی چھوٹی ہوگی یا نہیں؟ تو اس طرح یہ شخص کم سن ہونے کا شوق تو پورا کرلے گا مگر اس کا یہ عمل شریعت کے خلاف ہوجائے گا۔

اسی طرح مونچھوں کو بالکل برابر کرنے کی عادت ڈالیں کیوں کہ حدیث پاک میں ہے کہ جو بڑی بڑی مونچھیں رکھے گا وہ میری شفاعت سے محروم کردیا جائے گا، یہ حدیث کے الفاظ ہیں مَنْ طَوَّلَ شَارِبَهٗ لَمْ يَنَلْ شَفَاعَتِيْ[۹] بڑی مونچھوں والوں کو میری شفاعت نہیں ملے گی۔ اب سوال یہ ہے کہ بڑی مونچھ کا معیار کیا ہے؟ اس کا معیار یہ ہے کہ اوپر والے ہونٹ کا کنارہ مونچھوں سے نہ چھپے گو تھوڑی تھوری مونچھیں رکھنا جائز ہے مگر افضل درجہ یہی ہے کہ مونچھوں کو بالکل باریک کرلیں، یہ افضل درجہ ہے کہ مونچھیں ایسی باریک کریں کہ دور سے مُنڈی ہوئی معلوم ہوں مگر مونچھیں استرے یا بلیڈ سے مونڈنے کو بعض علماء نے بدعت لکھا ہے اس لیے قینچی سے برابر کرنا مناسب ہے۔ تو جائز درجہ میں کم از کم اوپر والے ہونٹ کا کنارہ تو کھلا رکھیں۔ جو لوگ کالا خضاب لگاتے ہیں وہ اس بات کو سمجھ لیں کہ حدیث میں ہے کہ جو کالا خضاب لگائے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُس کا منہ کالا کردیں گے۔[۱۰] اس لیے براؤن رنگ کا خضاب لگائیں، بالکل سیاہ مت لگائیں۔

ذکر میں ناغے سے روحانی طاقت کمزور ہوجاتی ہے

تو میں عرض کررہا تھا کہ غفلت دو قسم کی ہوتی ہے، ایک تو یہ کہ معمولات یعنی ذکر و نوافل چھوڑ دیے، اس غفلت کا علاج تو یہ ہے کہ دوبارہ ہمت کرکے معمولات شروع کردیں۔ یہ بات سمجھ لیں کہ معمولات کی قضاء نہیں ہے جیسے ایک شخص روزانہ ایک ہزار مرتبہ اللہ اللہ کرتا تھا اب اگر اس نے دس دن اللہ اللہ نہیں کیا، تو دس ہزار مرتبہ اللہ اللہ کرنا واجب نہیں

---

۹ اوجز المسالك للشيخ زكريا رحمه الله: ۲۷۰/۱۴، دار الكتب العلمية، بيروت

۱۰ كنز العمال: ۶۷۱/۶ (۱۷۳۳۳)، باب في انواع الزينة، مؤسسة الرسالة

ہے، بس توبہ کر کے پھر شروع کر دے، اللہ سے معافی مانگ کر دوبارہ ذکر شروع کر دے۔ اگر کئی دن تک اللہ کو یاد نہیں کیا، تلاوت نہیں کی تو جب اللہ تعالیٰ کا نام لینے کی توفیق ہو جائے تو یہ شعر بھی پڑھ لیں ؎

مدتوں کے بعد پھر تیری یادوں کا سلسلہ
ایک جسمِ ناتواں کو توانائی دے گیا

گناہوں سے قلب کمزور ہو جاتا ہے، ایسے شخص کا ہارٹ فیل بھی ہو سکتا ہے کیوں کہ جب وہ گناہ کرتا ہے تو دل میں کشمکش ہوتی ہے یعنی دل گناہ کی طرف کھنچتا ہے اور خوفِ خدا اسے لعنت اور ملامت کر کے گناہ سے دور کھینچتا ہے تو اسی کشمکش میں عین حالتِ گناہ کے وقت ہارٹ فیل بھی ہو سکتا ہے تو یہ کتنا بڑا المیہ ہو گا اور اگر یہ رُسوائی عام ہو گئی اور لوگوں نے پتھر اور جوتے لگانے شروع کر دیے تو کیا عالَم ہو گا اس کو سوچیں تو صحیح۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کی ستّاری کا پردہ چاک ہونے کا خوف کیوں نہیں ہوتا؟ کیا اللہ تعالیٰ کی ایک صفت انتقام لینے کی نہیں ہے؟ اس لیے یاد رکھیں! اللہ تعالیٰ کی پردہ پوشی سے ڈھٹائی مت کریں، وہ شخص نہایت بے غیرت ہے جو اللہ تعالیٰ کی پردہ پوشی پر ڈھٹائی سے گناہ کرتا ہے، معلوم ہوا کہ اس ظالم میں ذرا بھی غیرت نہیں ہے، ویسے تو بڑا غیرت مند اور حیادار بنتا ہے، اگر کوئی اسے ذرا سا ستا دے تو کہتا ہے کہ آپ نے میری عزت کو للکارا ہے، میری غیرت کو چیلنج کیا ہے۔ اگر ایسے ہی باغیرت ہوتے تو اللہ کو کبھی ناراض نہ کرتے۔ اب غیرت اور حیا کی تعریف بھی سن لیں کہ حیا کی حقیقت کیا ہے؟ محدثِ عظیم مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حیا والا شخص وہ ہے جو اپنے آپ کو کسی بھی وقت اللہ کی نافرمانی میں مبتلا نہ کرے، خدا اُس کو کسی بھی وقت اپنی نافرمانی کی حالت میں نہ پائے۔

مشکوٰۃ کی شرح مرقاۃ میں مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے **فَإِنَّ حَقِيْقَةَ الْحَيَاءِ اَنَّ مَوْلَاكَ لَا يَرَاكَ حَيْثُ نَهَاكَ**[۱۱] حیا کی حقیقت یہ ہے کہ تیرا مولیٰ تجھ کو ایسی حالت میں نہ دیکھے جس سے تجھے منع کیا گیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ اپنی نافرمانی کی حالت میں اپنے بندہ کو نہ دیکھے، یہ اصلی حیا ہے۔ گناہ کرتے وقت تو شرم نہیں آتی مگر ویسے بڑا حیادار بنتا ہے کہ

---

[۱۱] مرقاۃ المفاتیح: ۱/۷۵، کتاب الایمان، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

آپ مجھے شرمندہ کرتے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں کہ خدائے تعالیٰ نے ہمیں اپنی ستّاری میں رکھا ہوا ہے ورنہ اللہ مخلوق ہی سے پٹوا دیتا تو کیا ہوتا؟ اللہ کو آسمان سے فرشتہ بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے، جو جس بت کی پوجا کرتا ہے اس کو اُسی بت سے پٹوا دیتا۔

تو یہ عرض کردیا کہ یادِ کامل کیا ہے؟ آپ بتایئے کہ ہم لوگ اطمینانِ کامل چاہتے ہیں یا اطمینانِ ناقص؟ اگر اطمینانِ کامل چاہتے ہیں تو یادِ کامل ہونی چاہیے یعنی اللہ کو یاد کرنے کے ساتھ ساتھ کسی گناہ میں بھی ملوث نہ ہوں کیوں کہ ذکر پر اللہ تعالیٰ کا اطمینانِ قلب کا وعدہ ہے اَلَا بِذِكْرِ اللهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ [۱۲] اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو ہمیں یاد کرتا ہے، ہمارا ذکر کرتا ہے تو اس ذکر کی برکت سے ہم اُس کے قلب کو اطمینان عطا کرتے ہیں لیکن جو ذکر کامل ہے، گناہوں سے محفوظ ہے اُسی قلب کو اطمینانِ کامل عطا ہوگا، اگر ذکر کے ساتھ گناہوں کی عادت بھی ہے تو اطمینانِ ناقص عطا ہوگا۔

ایسے ہی ذکر کی ضد غفلت ہے، اگر غفلت ناقص ہے تو سزا بھی آدھی ہوگی، پوری سزا نہیں ہوگی اور اگر گناہ کرلیا تو غفلت کاملہ پر عذابِ کامل ملے گا۔ علماء نے مسلسل گناہ کرنے کا ایک اور عذاب لکھا ہے کہ جو گناہ کا تسلسل نہیں چھوڑتا اُس کا خاتمہ خراب ہونے کا اندیشہ ہے، اسے سُوءِ خاتمہ کا اندیشہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب لوٹے کو جھکایا جاتا ہے تو جو لوٹے میں ہوگا وہی نکلے گا، جب اس کا دل حسینوں کے چکر میں لگا ہوا ہے تو کلمہ پڑھتے وقت اس کے دل سے انہیں حسینوں کی باتیں نکلیں گی۔

بدنظری کی نحوست سے ایمان سلب ہوسکتا ہے

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ علامہ ابنِ جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ نقل کرتے ہیں کہ ایک نظر باز شخص اِدھر اُدھر نظریں مارتا تھا، اُس کا دل ایک حسین لڑکے پر آگیا، وہ اُس کے عشق میں پاگلوں کی طرح پھرتا تھا، یہاں تک کہ جب اُس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس کے پڑوسی نے اُس سے کہا کہ کلمہ پڑھ لو کیوں کہ تمہاری موت کے آثار نظر آرہے ہیں

۱۲؎ الرعد:۲۸

توبجائے کلمہ پڑھنے کے اُس نے کہا ؎

رِضَاكَ اَشْهٰى اِلٰى فُؤَادِىْ
مِنْ رَّحْمَةِ الْخَالِقِ الْجَلِيْلِ [۱۳]

یعنی اے میرے معشوق! اے لڑکے! تیرا خوش ہوجانا میرے دل کو خالقِ جلیل کی رحمت سے زیادہ محبوب ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے زیادہ مجھے یہ پسند ہے کہ وہ لڑکا مجھ سے خوش ہوجائے۔ دیکھا آپ نے، ایک ناپاک مقام پانے کے لیے اس ظالم نے اللہ تعالیٰ کی رحمت کو پسِ پشت ڈال دیا، اس ظالم نے عظمتِ الٰہیہ کو گندے مقام کے لیے پاش پاش کردیا۔ اسی لیے ایسا عذاب کسی قوم پر نازل نہیں ہوا جیسا حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر نازل ہوا تھا یعنی زمین ان پر اُلٹ دی گئی اور اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پتھر بھی برسائے، تاریخ میں کسی قوم پر ایسا عذاب نازل نہیں ہوا۔ سب کچھ علم ہوتے ہوئے بھی گُو کھانا بہت خطرناک بات ہے لہٰذا اس گناہ سے بچنے کے لیے اپنی ہمت کو استعمال کریں، پھر نہ کہنا کہ خبر نہ ہوئی، اپنی ہمت بھی استعمال کریں اور اللہ سے گڑگڑا اگڑگڑا کر، رورو کر سجدہ گاہ کو تر بھی کریں کہ اے اللہ ہمیں اس گناہ میں مبتلا ہونے سے بچا لیجیے اور اتنا روئیں کہ اللہ تعالیٰ کو رحم آجائے۔ خدا تعالیٰ اپنے جذب سے ہم کو جذب کرلے اور اپنی حفاظتِ تکوینی نصیب فرمائے۔ جب آپ دیکھیں کہ گناہ سے بچنے میں ہمارے بازو شل ہوچکے ہیں جیسے ایک شاعر کہتا ہے ؎

یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

یعنی جب آپ بارہا اپنے بازو کو آزما چکے ہیں تو پھر اللہ سے کیوں نہیں روتے اور اہل اللہ سے دعائیں کیوں نہیں کرواتے؟

اللہ تعالیٰ کی صفتِ جذب

اب جذب کا ایک قصہ سناتا ہوں کیوں کہ آج میں نے یہی آیت تلاوت کی ہے کہ اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی طرف جذب کرلیتا ہے یعنی کھینچ لیتا ہے اور خدا کا جذب کیا ہونا مراد

[۱۳] الجواب الکافی لابن القیم الجوزی

نہیں ہوتا۔ جس کو اللہ کھینچ لے پھر اُس کو ساری دنیا کے نفس و شیطان نہیں کھینچ سکتے، سارے عالَم کی گمراہ کن ایجنسیاں اور خود اُس کا نفس بھی اُس کو اللہ تعالیٰ کی آغوشِ حفاظت سے نہیں چھین سکتا۔ اس لیے اس آیت کو تلاوت کرکے اللہ تعالیٰ سے اُن کا جذب مانگو کہ اے خدا! جب آپ کے اندر شانِ اجتباء یعنی ہمیں جذب کرنے کی شان موجود ہے تو مجھ پر اپنی اس صفت کا ظہور فرمائیے، میں آپ کی اس صفت کے ظہور کا سب سے زیادہ محتاج ہوں۔ اجتباء کے معنی ہیں جذب کرنا، کھینچنا۔ تو اے اللہ آپ جس کو اپنی طرف کھینچ لیں اُسے دنیا کی کوئی طاقت اپنی طرف نہیں کھینچ سکتی۔

اگر کسی کا ایک بیٹا طاقت ور ہے، ابّا کا ہر کام جلدی سے کرلیتا ہے تو جو بیٹا کمزور ہے وہ حسرت سے کہتا ہے کہ ابّا مجھے بھی طاقت کی کچھ چیزیں کھلادیں جس سے میں بھی آپ کی فرماں برداری کروں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرو کہ جب آپ میں یہ صفتِ جذب موجود ہے جس کا آپ نے اعلان بھی فرمادیا ہے تو ہم پر اپنی اس صفت کا ظہور بھی فرمادیجیے کیوں کہ اگر آپ ہم کو یہ نعمت نہیں دینا چاہتے تو اس کا اعلان بھی نہ فرماتے۔ ابّا جو چیز بچوں کو نہیں دینا چاہتا تو بچوں کو اس کے بارے میں بتاتا بھی نہیں ہے، لیکن چوں کہ ربّا اپنے بندوں کو یہ نعمت دینا چاہتے ہیں اس لیے قرآن میں اس کا اعلان فرمادیا۔ جو لوگ اپنے ارادے اور ہمت سے ہارے ہوئے ہوں، نفس و شیطان سے مغلوب ہوکر ذلیل و خوار ہورہے ہوں، ان کو چاہیے بلکہ ہم سب کو چاہیے کیوں کہ اللہ کی اس صفت سے کوئی شخص بے نیاز نہیں ہوسکتا، بڑے سے بڑا عالم اور بڑے سے بڑا پیر اس صفت کا محتاج ہے، لہٰذا بار بار اللہ سے کہیں کہ اے خدا! اپنی اس صفتِ جذب سے ہم کو اپنا بنالے۔

ماں کی گود سے تو بچہ اغوا ہوسکتا ہے، اگر کوئی طاقت ور مسٹنڈا آگیا اور ماں سے بچہ کو چھین کرلے گیا تو ماں چلّاتی رہے گی اور وہ بچہ لے کر بھاگ جائے گا لیکن حق تعالیٰ کی حفاظت کی گود سے کون مائی کا لال ہے، کون طاقت والا ہے جو خدائے تعالیٰ کی طاقت پر اپنی طاقت دکھائے۔ اگر اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت کا فیصلہ فرمالے تو ان شاء اللہ تعالیٰ پھر ہم بالکل بے فکر ہوکر آرام سے سوئیں۔ مگر ہم مانگیں تو صحیح کہ اے اللہ! نفس و شیطان بار بار ہمارا منہ کالا کررہے ہیں، گو ہماری صورت بایزید بسطامی سے کم نہیں ہے، اے اللہ آپ نے ہمیں اپنے نیک

بندوں کی شکل عطا فرمائی ہے، جب اپنے صالحین کی شکل دی ہے تو اپنے صالحین کی حقیقت بھی دے دیجیے اور ہمیں اپنی حفاظت نصیب فرمادیجیے، گو ہم اپنے دست وبازو سے مایوس ہوچکے ہیں، جب ہم آپ کے غیر سے مایوس ہوگئے ہیں تو آپ ہمیں اپنی حفاظت میں لے لیجیے ؎

من بامیدے رمیدم سوئے تو

میں امید لے کر آپ کی طرف دوڑ کر آیا ہوں کیوں کہ یہ ناامید ہونے کا راستہ نہیں ہے۔ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

کوئے نا امیدی مرو امید ہاست
سوئے تاریکی مرو خورشید ہاست

اللہ کے راستے میں ناامیدی نہیں ہے

اللہ کے راستہ میں کبھی ناامید مت ہو، یہاں بے شمار امیدیں ہیں، اللہ کے راستہ میں امیدوں کے بے شمار آفتاب ہیں، نفس وشیطان کتنا ہی مایوس کریں مگر آپ مایوس نہ ہوں۔ اور میں جو نسخہ بتارہا ہوں کہ اللہ سے رونا شروع کردیں۔ روزانہ بلاناغہ ہم سب دو رکعات نمازِ حاجت ونمازِ توبہ پڑھ کر ندامت کے ساتھ، اشک بار آنکھوں سے، رونے والوں کی شکل بناکر اللہ تعالیٰ سے گناہوں سے حفاظت کی درخواست کریں اور ماضی کے گناہوں پر اللہ تعالیٰ سے کہیں کہ اے اللہ! ہم انتہائی نالائق، انتہائی بے غیرت اور انتہائی بے حیا ہیں، گناہ کرتے کرتے ہماری حیا کا مادّہ بھی ختم ہوچکا ہے، بس آپ ہمیں معاف فرمادیجیے۔ پھر یہ دعا کریں کہ اے اللہ ہمیں جذب فرمالے، ہم آپ کی صفتِ جذب کے خزانے کے محتاج ہیں، آپ سے آپ کے جذب کی بھیک مانگتے ہیں۔ ان شاء اللہ جب اللہ تعالیٰ اپنی صفتِ جذب سے ہمیں آپ کو کھینچ لیں گے تو بس پھر کیا عرض کروں۔ جگرؔ مرادآبادی کے استاد اصغرؔ گونڈوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

نہ میں دیوانہ ہوں اصغرؔ نہ مجھ کو ذوقِ عریانی
کوئی کھینچے لیے جاتا ہے خود جیب و گریباں کو

اگر اللہ تعالیٰ نے جذب فرمالیا تو پھر وہ آپ کے جیب وگریباں کو پکڑ کر خود تقویٰ کے راستہ پر

جمادیں گے ان شاء اللہ۔ اور اصغرؔ گونڈوی فرماتے ہیں ؎

ہمہ تن ہستیِ خوابیدہ مری جاگ اُٹھی
ہر بُنِ مُو سے مرے اس نے پکارا مجھ کو

جب اللہ جذب کرتا ہے تو زندگی جاگ جاتی ہے، جسم کے جتنے بال ہیں اُن تمام بالوں سے جذب عطا ہوتا ہے، جسم کا کوئی بال ایسا نہیں ہوتا جس میں بندہ صفتِ جذب محسوس نہ کرے کہ اللہ ہمہ تن مجھے اپنا بنارہا ہے، آپ کا ہر ہر بال اللہ کی پکار کو سن لے گا کہ وہ مجھ کو اپنا بنانا چاہ رہے ہیں۔ اصغر گونڈوی دنیاوی شاعر نہیں تھے، تہجد گزار شاعر تھے، تہجد میں بہت روتے تھے۔ الٰہ آباد میں میرے ایک دوست تھے مولانا لئیق صاحب، انہوں نے اُن کا گریہ سنا ہے۔ اصغر گونڈوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

میں سمجھتا تھا مجھے اُن کی طلب ہے اصغرؔ
کیا خبر تھی وہی لے لیں گے سراپا مجھ کو

میں تو سمجھتا تھا کہ میں خدا کو چاہتا ہوں لیکن آہ! دوسرے مصرع میں کیا بات فرمائی کہ مجھے کیا خبر تھی کہ وہی مجھ کو سراپا اپنا بنالیں گے۔

آج کا بیان ذرا غور سے سن لیجیے اس لیے کہ میرا اس بدھ کو ہندوستان کا سفر ہے، میں چار سال کے بعد جارہا ہوں، ممکن ہے مہینہ ڈیڑھ مہینہ لگ جائے، اس لیے ذرا کان کھول کر غور سے سن لیجیے کیوں کہ زندگی کا کیا بھروسہ ہے۔ اس پر میرا شعر ہے ؎

میرؔ آؤ ذرا گلے مل لیں
کیا بھروسہ ہے زندگانی کا

ایک شعر اور بھی ہے ؎

اپنی نظریں بچاکر بھاگو میرؔ
کیا بھروسہ ہے نفس ظالم کا

اور ؎

بھروسہ کچھ نہیں اس نفسِ امّارہ کا اے زاہد
فرشتہ بھی یہ ہوجائے تو اس سے بدگماں رہنا

ایک گویّے کے جذب کا قصہ

اگر اللہ تعالیٰ مدد نہ کرے تو کسی سے بھی سلوک طے نہیں ہو سکتا۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا بندے کو جذب کرنے کا ایک قصہ سناتا ہوں۔ ایک گانے والا تھا جس کو گوَیّا کہتے ہیں، وہ ایک ساز بجاتا تھا جس کو فارسی میں چنگ اور اُردو میں سارنگی کہتے ہیں۔ اگر مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس واقعہ کو بیان نہ کرتے تو میں بھی مسجد کے اندر منبر سے اسے بیان نہ کرتا لیکن اللہ والے جس چیز کو بیان کردیں اُس میں نور ہوتا ہے چاہے وہ کسی کی کشتی کا قصہ ہی سنادیں۔ تو وہ گویّا گانا گاتا تھا اور اس کی آمدنی سے گزارا کرتا تھا جو کہ جائز نہیں تھی اور وہ بھی جانتا تھا کہ میں گناہ کررہا ہوں لیکن عادت چھوٹتی نہیں تھی۔ لیکن جب عمر زیادہ ہونے کی وجہ سے اُس کی آواز خراب ہوگئی تو جتنے گانا سننے والے اُس کو حلوہ پوری اور کباب پراٹھا کھلاتے تھے وہ سب کے سب بھاگ نکلے، سب محلّے والے، گاؤں والے اور جہاں بھی وہ سناتا تھا اب اس کو کوئی پوچھتا ہی نہیں تھا، یہاں تک کہ فاقوں کی نوبت آگئی۔ جب دنیا کی بے وفائی نے لات ماری اور اس کی آنکھیں کھلیں تب آسمان والا نظر آیا، جب زمین والوں نے بے وفائی کی تو آسمان والا یاد آیا پھر آسمان والے سے گفتگو ہوئی۔ عموماً ایسا ہی ہوتا ہے کہ جب تک جان میں جان ہے مال کی ہوس ہوتی ہے مگر جب کوئی بیماری لگ جاتی ہے پھر کہتے ہیں کہ اے خدا! کینسر کو اچھا کردے، گردے کو اچھا کردے، لیکن عقل مند انسان وہ ہے جو سُکھ میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرے پھر دُکھ میں اللہ تعالیٰ اُس کو یاد رکھتے ہیں۔ یہ حدیث ہے **اُذْكُرُوا اللهَ فِي الرَّخَاءِ يَذْكُرْكُمْ فِي الشِّدَّةِ**[۱۴] جو سکھ میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے، اللہ تعالیٰ دُکھ میں اسے یاد رکھتے ہیں۔

آہ وزاری سے قربِ الٰہی بڑھتا ہے

اب اس گویّے نے آسمان کی طرف منہ کرکے رونا شروع کردیا کہ اے خدا! جب

---

[۱۴] مصنف ابن ابی شیبۃ: ۳۷۵/۱۳، باب کلام الضحاک بن قیس، مؤسسۃ علوم القرآن

میری آواز اچھی تھی تو محلّے کے جوان، بچے، بوڑھے سب میرے پیچھے پیچھے پھرتے تھے اور حلوہ پوری کھلاتے تھے لیکن جب میری آواز خراب ہو گئی تو سب نے مجھے چھوڑ دیا، مجھ پر فاقے کی نوبت آگئی، میں بھوک سے مر رہا ہوں، اب میری خراب آواز کا آپ کے سوا کوئی اور خریدار نہیں ہے کیوں کہ مجھے آپ نے ہی پیدا کیا ہے۔ ماں باپ کا اگر کوئی بیٹا اندھا، لنگڑا، لولا ہو اور کسی کام کا نہ ہو تو وہ اُس کا زیادہ خیال رکھتے ہیں، اُس کے لیے مکان کرائے پر دے کر اس کا کرایہ اس کے لیے وقف کر دیتے ہیں کہ میرا یہ بچہ کمانے کے قابل نہیں ہے، لنگڑا، لولا، اندھا ہے، یہ اس مکان کا کرایہ کھاتا رہے گا اور طاقت ور اور ہنر والی اولاد کو باپ کہتا ہے کہ یہ تو اپنا خود کھا کما لے گا۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ بھی اپنے بے ہنر اور کمزور بندوں کا خیال رکھتے ہیں۔

اُس گویّے نے کہا کہ اے خدا! جب تک میری آواز اچھی تھی زمین والوں نے میرا ساتھ دیا، خوب حلوہ کھلایا اور جب آواز خراب ہو گئی تو یہ غدار، یہ بے وفا زمین والے ان سب نے میرا ساتھ چھوڑ دیا، اب آپ ہی میری خراب آواز کے خریدار ہیں، اس آواز کے خالق ہیں، اس آواز کے پیدا کرنے والے ہیں، آپ کے سوا ہمارا اور کوئی ٹھکانہ نہیں ہے، گو میں نالائق ہوں مگر آپ نالائقوں کے بھی خدا ہیں، اگر آپ لائق کے خدا ہیں تو نالائقوں کے بھی آپ ہی خدا ہیں، ہم گناہ گاروں کا کوئی دوسرا خدا نہیں ہے ؂

نہ بخشے سوا نیک کاروں کے گر تو
کہاں جائے بندہ گناہ گار تیرا

اب یہ مدینہ شریف کے قبرستان کی ایک ٹوٹی پھوٹی قبر میں لیٹ کر اللہ تعالیٰ سے فریاد کر رہا ہے۔ یہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ تھا۔ یہ مدینے پاک کی ایک ٹوٹی ہوئی قبر میں لیٹ کر چنگ بجا رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کو اپنا بھجن سنا رہا ہے۔ بھجن پر مجھے بھی اپنا ایک شعر یاد آیا۔ بھجن کے معنی ہیں گانا اور سجن کے معنی ہیں معشوق۔ اس پر میرا شعر سنیے ؂

جن کو میں نے سجن بنایا تھا
میں نے جن کو بھجن سنایا تھا

میر اُن کے سفید بالوں نے
عشق کا میرے کفن بنایا تھا

یہ اس فقیر کا شعر ہے۔ چلیے! اس قصہ کے درمیان میں دو تین شعر اور سنائے دیتا ہوں۔ ایک شعر تو آج ہی فجر کے بعد ہوا ہے جبکہ باقی دو شعر بھی اسی ہفتے میں ہوئے ہیں۔ ایک زیادہ تازہ ہے، دو ذرا باسی ہیں، پہلے باسی والا سناؤں گا کیوں کہ دوکاندار باسی مال پہلے نکالتے ہیں ورنہ پھر گاہک باسی مال نہیں خریدتے، مگر یہ اسی ہفتے کے شعر ہیں، زیادہ باسی نہیں ہیں۔ پہلا شعر ہے ؎

ہمارے درد کو یارب تو دردِ معتبر کردے
ہماری بے اثر آہوں کو آہِ با اثر کردے

یہ نہیں کہ کچھ دن تو سب گناہوں کو چھوڑ چھاڑ کر بہت زیادہ خدا کی یاد میں لگے رہے مگر چند دن بعد پھر وہی گناہوں والی زندگی شروع کردی، گھڑی میں اولیاء گھڑی میں بھوت۔ دردِ معتبر یہی ہے کہ بندہ ہمیشہ اللہ کو یاد کرتا رہے، کبھی خدا کو نہ بھولے۔ اور بے اعتبار اور غیر معتبر درد کون سا ہے؟ کچھ دن تو خدا کو بہت زیادہ یاد کیا پھر سب چھوڑ چھاڑ کر نظارہ بازی اور غیر اللہ میں مشغول ہوگیا۔ گو یہ شعر ذرا باسی ہے مگر اس کا مزہ تازہ ہے۔ اب دوسرا شعر سنیے ؎

ہماری خشک آنکھوں کو خدایا چشمِ تر کردے
میرے نالوں کو اپنی معرفت سے باخبر کردے

آپ نے دو شعر سن لیے جو ہیں تو باسی مگر بتائیے کہ تازہ کا مزہ آیا یا نہیں؟ اب آج کا تازہ شعر سنیے، میں نے باسی مال پہلے نکال دیا، اب تازہ گرما گرم جلیبی لیجیے ؎

بجلیوں سے آشیانہ جل گیا
بے نشیمن شاخ پہ بیٹھے ہیں ہم

ذرا درد بھرے دل سے سنیے، جس پر گزرتی ہے اُس سے پوچھو، مسٹنڈے اس عیش کو کیا جانیں۔ اس شعر کے دو معنی ہیں یعنی اگر دنیاوی لحاظ سے کوئی مصیبت آگئی یا کسی سے کوئی گناہ صادر ہوگیا تو اس کا اللہ کے قرب کا جو نشیمن تھا وہ نفس و شیطان نے گناہ کروا کے جلا دیا، اب وہ اللہ کے قرب سے دور بیٹھا ہے، تو اس کی حالت کتنی خراب ہوگی جب تک توبہ و استغفار نہ

کرلے۔اب دوسرا شعر بھی سن لیجیے ؎

مسکرانا میرا ایسے حال میں
کوئی دولت بھی لیے بیٹھے ہیں ہم

اور یہ دولت کیا ہے؟ یہ تعلق مع اللہ کی دولت ہے، جہاں رہوگے یہ دولت ساتھ رہے گی، باقی سب چھوٹنے والا ہے ؎

کوئی جیتا کوئی مرتا ہی رہا
عشق اپنا کام کرتا ہی رہا

اب وہ چنگ بجانے والا بوڑھا اپنی خراب کوّے جیسی آواز سے اللہ تعالیٰ کو بھجن سنا کر کہہ رہا ہے کہ اے اللہ! میری خراب آواز کے آپ ہی خریدار ہیں کیوں کہ اب یہ آواز ریجیکٹڈ (Rejected) مال ہوگئی ہے یعنی مخلوق سے نامنظور ہوگئی ہے لیکن آج میں اس آواز کو اپنے خالق سے منظور کرواکر ہی رہوں گا کیوں کہ آپ نے ہی تو ہمیں پیدا کیا ہے، اگر آپ بھی ہمیں نہ پوچھیں گے تو ہم کہاں جائیں گے؟ اگر لنگڑا لولا بچہ بیمار ہوجائے تو کیا ابّا اس کو چھوڑ دیتا ہے؟ ماں باپ سے پوچھو کہ ان کے دل پر کیا گزرتی ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی اپنے بندوں کو نظر انداز نہیں فرماتے۔

اللہ کے کرم کی وجہ سے گناہوں پر جری نہ ہوں

میں کبھی کبھار ڈرا دیتا ہوں تاکہ ہم اللہ کی نافرمانی پر ڈٹے نہ رہیں لیکن ان کی رحمت سے کبھی مایوس نہ ہونا، وہ اپنے بندوں کو کبھی نظر انداز نہیں کرتے۔ کسی گناہ گار کی ندامت بھری ایک آہ اسے کہاں سے کہاں پہنچا دیتی ہے، ندامت کا ایک آنسو بندے کو وہاں لے جاتا ہے جہاں بڑے بڑے متقی پیچھے رہ جاتے ہیں، بعض دفعہ گناہ گار توبہ کرکے ایسے مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ نازِ وتقویٰ والے پیچھے رہ جاتے ہیں۔اس لیے خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے ؎

نازِ تقویٰ سے تو اچھی ہے نیازِ رندی
جاہِ زاہد سے تو اچھی مری رُسوائی ہے

خدا نہ کرے کہ نازِ تقویٰ سے تکبر پیدا ہو جائے، لیکن اس شعر کو گناہ کا سہارا نہ بنایا جائے کیوں کہ اللہ کی رحمت و کرم کے ناز پر گناہ کرنے والے کی بے غیرتی اور بے حیائی میں ذرا بھی شک نہیں، ایسے کریم مالک سے تو اور زیادہ حیا آنی چاہیے۔ بتاؤ بھائی! اگر ابّا کریم اور مہربان ہے اور کبھی ڈنڈے نہیں مارتا، ہمیشہ انڈے کھلاتا ہے تو ایسے شریف اور کریم باپ کا کیا یہ حق ہے کہ اُس کی نافرمانی کی جائے؟

ایک بزرگ نے ایک مرتبہ یہ آیت تلاوت کی یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِیْمِ [۱۵] تجھ کو تیرے ربِّ کریم سے کس چیز نے غافل کر دیا؟ تو اُن بزرگ نے کہا کہ آپ کے کرم نے۔ اگر آپ کریم نہ ہوتے اور عین گناہ کے وقت جوتے سے پٹوا دیتے تو کسی کو گناہ کرنے کی ہمت نہ ہوتی۔ اگر کسی گناہ گار شخص پر اللہ تعالیٰ فرشتے مقرر کر دے کہ جہاں وہ گناہ کر رہا ہو وہیں لات اور گھونسے مار مار کے بھوسہ بنا دو تو پھر کسی کی ہمت ہوتی کہ گناہ کرے؟ تو ان بزرگ نے کہا کَرَمُكَ یعنی آپ کے ہی کرم نے بعض بندوں کو گناہوں پر جری کر دیا۔ لیکن میں پھر کہوں گا کہ اللہ تعالیٰ کے کرم کو سببِ معصیت مت بناؤ، توبہ کے سہارے پر گناہ کرنے والا گدھوں کا امیر اور سردار ہے، ایسا شخص انتہائی بے غیرت ہے۔

اگر کوئی مرہم کی ڈبیہ دے جس سے آگ کا جلا ہوا جلد اچھا ہو جاتا ہو تو کیا اس ڈبیہ کے سہارے پر کوئی آگ میں اپنا ہاتھ ڈالے گا؟ اگر کوئی اپنی بیوی سے کہہ دے کہ بیگم صاحبہ میں آج ایک مجرب مرہم لایا ہوں، اگر تم چولہے میں ہاتھ ڈالو تو میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جلدی سے اچھا کر دے گا تو بیگم صاحبہ کیا کہے گی؟ اگر ہوشیار ہو گی تو کہے گی کہ میاں صاحب! اس کام کے لیے آپ جناب کا دستِ مبارک ہی کافی ہے۔ ایسے ہی مبارک ہیں وہ بندے جو توبہ کے مرہم کے ہوتے ہوئے گناہوں کی آگ میں اپنے کو نہیں جلاتے کیوں کہ گناہ خدا سے دور کرتا ہے، خدا سے دوری کے عذاب پر راضی ہونے والا شخص اللہ کی مہجوری کا عاشق معلوم ہوتا ہے، خدائے تعالیٰ سے دور رہنے کا عاشق معلوم ہوتا ہے۔ آپ ہی بتلائیں کہ کہاں قرب کی لذّت اور کہاں خدا سے دوری کا عذاب!

---

[۱۵] الانفطار: ٦

جب وہ گویّا گاتے گاتے اور روتے روتے تھک گیا تو اللہ تعالیٰ کو اس کی حالت پر رحم آگیا۔ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ مثنوی مولاناروم میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواب میں اس گویّے کی شکل دکھائی اور کہا کہ ایک بوڑھا ہے جس کی آواز خراب ہوگئی ہے، وہ ایک قبر میں لیٹا رو رہا ہے، اُس کو کوئی پوچھتا نہیں، اُس بدحال کو جسے ساری مخلوق نے چھوڑ دیا ہے جا کے میرا سلام کہو کہ تمہارے خالق نے تمہیں سلام کہا ہے اور تمہاری اس بُری اور خراب آواز کو خریدنے کا پیغام بھیجا ہے کہ بالکل اطمینان رکھو، تمہاری پرورش اب ہمارے ذمہ ہے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ قبروں کو جھانکتے ہوئے وہاں پہنچے تو وہ گویّا انہیں دیکھ کر لرزہ براندام ہو گیا کیوں کہ وہ دُرّے کے ساتھ تھے اور حضرت عمر کا دُرّہ مشہور تھا۔ تو جب وہ انہیں دیکھ کر کانپنے لگا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ گھبراؤ مت، میں تم کو دُرّہ مارنے نہیں آیا ہوں، اللہ تعالیٰ کی رحمت کا پیغام دینے آیا ہوں، جس کو اللہ پیغام پہنچائے کیا عمر اُس کی پٹائی کر سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے تمہیں سلام بھیجا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ بیت المال سے تمہارا وظیفہ مقرر کیا جائے لہٰذا اب تمہیں ہر مہینے بیت المال سے وظیفہ ملے گا، اب تمہیں کوئی ضرورت نہیں ہے کہ لوگوں کو چنگ بجا کر گانا سناؤ، تم کو اللہ تعالیٰ نے مخلوق سے بے نیاز کر دیا اور اپنا محتاج کر لیا۔ جیسے ہی اس نے یہ بات سنی، پتھر اُٹھایا اور چنگ کو توڑ دیا اور کہا کہ آج سے میں کبھی خدائے تعالیٰ کو ناراض نہیں کروں گا، میں گناہ کے اس آلے کو ہی چُور چُور کر رہا ہوں۔ اے امیر المومنین! میں اب سو فیصد اللہ تعالیٰ کا بن کر رہوں گا کیوں کہ میں مخلوق کو آزما چکا ہوں۔

جو بارہا گناہ کر کے پریشانیوں کو آزما چکا ہو جب وہ ظالم گناہ کرتا ہے تو مجھے بے حد صدمہ پہنچتا ہے، گناہوں کی لعنت اور ذلّت کے سبب بہت سے لوگ بارہا جوتے تک کھا چکے ہیں، تھپڑ اور گالیاں تک کھا چکے ہیں مگر جب اُن پر گناہ کا غلبہ ہوتا ہے تو ماضی کو بھول جاتے ہیں کہ مجھے کیا کیا ذلّتیں ملی ہیں، ایسے شخص پر تو رحم آنا چاہیے مگر جب انسان کو خود ہی اپنے اوپر رحم نہ آئے اور سارا عالَم اس پر رحم کرے تو کیا ہو سکتا ہے، خدا کو بھی تو جب ہی رحم آئے گا جب ہم خود اپنے اوپر رحم کریں گے۔ میں ایسے وقت میں حاجی امداد اللہ صاحب کا ایک شعر پڑھتا ہوں۔

روتی ہے خلق میری خرابی کو دیکھ کر
روتا ہوں میں کہ ہائے میری چشم تر نہیں

یہ بہت بڑے اللہ والے حاجی امداد اللہ مہاجر مکی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے۔ کتنے لوگ ایسے ہیں جن پر اُن کا شیخ، مربّی اور اُن کا ماحول اس دردِ دل سے روتا ہے کہ اُن کا کلیجہ پھٹا جاتا ہے کہ پتہ نہیں یہ شخص کب ولی اللہ بنے گا؟ لیکن وہی بات ہے کہ جب خود اپنے حال پر کسی کو رحم نہ آئے تو پیر کیا کر سکتا ہے؟ پیر کچھ نہیں کر سکتا۔ جب مریض بدپرہیزی پر تُلا ہوا ہو تو ڈاکٹر اور حکیم کیا کر سکتے ہیں۔ بولیے! ڈاکٹر کے مشورے کی اتباع سے ہی تو مریض کو شفا ہو گی اور اللہ کا کرم بھی ہونا چاہیے لیکن جو مریض بدپرہیزی کا عادی ہے تو بے چارہ ڈاکٹر کیا کرلے گا۔

شیخ کے مشورے کے بغیر وظائف نہ کریں

ڈاکٹر پر ایک واقعہ یاد آیا، بمبئی میں ایک ڈاکٹر صاحب میرے پیر بھائی تھے، میرے شیخ ثانی مولانا شاہ ابرار الحق صاحب سے بیعت تھے، انہوں نے ذکر زیادہ کرلیا، وظیفہ خوب پڑھ لیا جس کی وجہ سے ان کے دماغ میں خشکی بڑھ گئی، اب ہر وقت میاں بیوی اور بچوں میں لڑائی ہو رہی ہے۔ جب میں بمبئی پہنچا تو معلوم ہوا کہ یہ دوستوں سے بھی لڑ رہے ہیں اور بیوی بچوں سے بھی لڑائی ہو رہی ہے، گھر میں ایک عذاب ہے، ان کے بچوں نے بھی مجھے بتادیا اور اُن کے دوستوں نے بھی بتایا کہ آج کل یہ ہر ایک سے لڑ رہے ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ ذکر بہت زیادہ کرتے ہیں اور تہجد میں بہت زیادہ رو رہے ہیں۔ میں نے اپنے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب سے عرض کیا کہ حضرت کچھ دن کے لیے میرے اس پیر بھائی کو اس فقیر کے حوالے کردیجیے کیوں کہ ان کو اب طبیب کی ضرورت ہے، میں طبی لحاظ سے ان کا علاج کروں گا۔ حضرت نے فوراً اُن کو بلا کر کہا کہ جو اختر کہے ویسا ہی کرو۔ میں نے ان سے کہا کہ سارے ذکر فوراً ملتوی کردو، ترک نہ کرو، فی الحال ملتوی کردو اور کل سے اپنے مریضوں کو دوا بھی نہ دینا، آپ ڈاکٹر تو ہیں مگر آپ کی ڈاک اور ٹر میں تھوڑا سا فاصلہ ہو گیا ہے، جب یہ فاصلہ دور ہو جائے گا تب آپ دوبارہ علاج شروع کردیجیے گا۔ میں نے انہیں سر میں لگانے کے لیے تیل بتایا اور دماغ کی خشکی دور کرنے کے لیے بکری کا دودھ، خمیرہ، کچھ اچھی

اچھی دوائیں اور سیب کا جوس وغیرہ بتایا جس سے وہ ایک ہفتے میں متعدل ہوگئے، پھر اتنا خوش ہوئے کہ میرے ساتھ ہر دوئی تک آئے اور کہا کہ میں تمہارے ساتھ زیادہ سے زیادہ رہوں گا تاکہ بالکل معتدل ہوجاؤں، ان کے بیوی بچے بھی مجھے دعائیں دینے لگے۔

اس لیے کہتا ہوں کہ ہر انسان کو ایک دینی مشیر کی ضرورت ہوتی ہے، اگر کسی کو پیر نہیں بناتے تو ہم بھی پیر بنانے کو نہیں کہتے مگر کم از کم کسی اللہ والے کو مشیر تو بنالو۔ اس پر بعض لوگ کہتے ہیں کہ پھر آگیا وہی پیری مریدی کا چکر۔ تو جو لوگ پیری مریدی کو چکر سمجھتے ہیں میں خود اُن کے چکر میں نہیں آتا مگر خیر خواہی کے طور پر اتنا ضرور کہوں گا کہ کم از کم کسی اللہ والے کو مشیر بنالو، آخر ان سے مشورہ کرنے میں کیا حرج ہے؟ ان سے اپنے وظیفوں کی تعداد بیان کرکے مشورہ لے لو تاکہ ایسا نہ ہو کہ کچھ دن کے بعد معلوم ہوا کہ جلالی بابا ہوگئے، ملنگ بابا ہوگئے، اب شلوار کہیں ہے اور خود کہیں بھاگے جارہے ہیں، کوئی کہتا ہے کہ مجذوب ہوگیا، کوئی کہتا ہے پاگل ہوگیا، اب کون ٹیسٹر لگائے کہ پاگل ہے یا مجذوب ہے اور اللہ تعالیٰ کو بھی یہ بات پسند نہیں کہ کوئی اتنا زیادہ ذکر کرلے کہ غیر معتدل ہوجائے جیسے کوئی باپ اپنے بچوں سے اتنی خدمت نہیں لیتا کہ وہ نارمل نہ رہے، معتدل نہ رہے، بیمار ہوجائے ایسے ہی اللہ تعالیٰ ہم سے اتنا ہی وظیفہ کروانا چاہتے ہیں جس سے ہم معتدل رہیں۔

چند قیمتی نصیحتیں

اب وقت ختم ہوگیا، بس مختصراً چند ضروری باتیں عرض کرنی ہیں، جلدی جلدی عرض کرتا ہوں کہ آج کل خدا حافظ کہنے کا جو رواج پڑ گیا ہے اس کی وجہ سے السلام علیکم کہنا ختم ہوگیا۔ رخصت ہوتے وقت السلام علیکم کہنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت ہے۔ اسی لیے علماء کرام فرماتے ہیں کہ جب ایک دوسرے سے رخصت ہو تب بھی السلام علیکم ہی کہو۔ کسی کو رخصت کرنے والے کے لیے یہ دعا پڑھنا مسنون ہے **اَسْتَوْدِعُ اللهَ دِيْنَكُمْ وَاَمَانَتَكُمْ وَخَوَاتِيْمَ اَعْمَالِكُمْ**[16] اس لیے یہ دعا بہت زیادہ پڑھیں۔ میری ایک کتاب ہے ”پیارے

---

[16] جامع الترمذی: ۲/۳۵۰، باب ما جاء ما یقول اذا ودّع انسانًا، ایچ ایم سعید

نبی کی پیاری سنّتیں"، اُس میں یہ دعا لکھی ہوئی ہے اور اگر اتنی لمبی دعا یاد نہ ہو تو السلام علیکم ہی کہہ دیں مگر خدا حافظ نہ کہیں، اوّل تو خدا فارسی کا لفظ ہے اور غیر عربی دین ہو ہی نہیں سکتا۔ اس لیے اس رسم کو ختم کر دیں۔

نمبر دو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ڈیڑھ ہزار مواعظ ہیں، اگر کوئی ان میں سے یہ تین مواعظ پڑھ لے تو ان شاء اللہ محروم نہیں رہے گا(۱)راحت القلوب(۲) ملتِ ابراہیم (۳)طریقِ قلندر۔ یہ تین کتابیں ایک ساتھ "مواعظِ ثلثہ" کے نام سے چھاپ دی گئی ہیں، آپ لوگ اس کا مطالعہ ضرور کریں۔ یہ بات مجھ سے ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی تھی کہ اگر کوئی حکیم الامت کے یہ تین مواعظ ہی پڑھ لے چاہے ڈیڑھ ہزار مواعظ نہ پڑھے تو ان شاء اللہ ان تین مواعظ ہی سے کام بن جائے گا۔ ان تین مواعظ ہی سے وہ صاحبِ نسبت ہو جائے گا۔ تو آپ "مواعظِ ثلثہ" اور "پیارے نبی کی پیاری سنّتیں" لے کر ان کو ضرور پڑھیں اور ان پر عمل کریں۔ میری کتاب "پیارے نبی کی پیاری سنّتیں" کے اندر دو خاص دعائیں اور بھی ہیں۔ پہلی یہ کہ جب موت کے آثار محسوس ہوں تو موت کی سختیوں سے بچنے کی دعا ضرور پڑھیں اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَسَکَرَاتِ الْمَوْتِ[۱۷] یااللہ! موت کی سختیوں پر میری مدد فرما۔ کیوں بھائی! کسی دن تو موت آنی ہے، اس کتاب میں موت کے وقت کی سنّتوں کے عنوان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا موجود ہے۔ اور دوسری دعا یہ ہے کہ جب روح نکلنے لگے تو اندازہ ہو جاتا ہے کہ اب روح نکل رہی ہے، اُس وقت ایک دعا اور پڑھیں اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاَلْحِقْنِیْ بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی[۱۸] اے اللہ میری مغفرت فرما اور مجھ کو اپنے صالحین بندوں سے ملا اور جو میرے دوست اوپر گئے ہیں اُن سے بھی مجھ کو ملا دیجیے۔

ایک بات اور سنیے! سونے کی انگوٹھی پہننا مَردوں کے لیے حرام ہے، چاندی کی انگوٹھی جائز ہے مگر شرط یہ ہے کہ ساڑھے چار ماشہ سے کم ہو اور عورتوں کے لیے انگوٹھی

۱۷؎ جامع الترمذی:۱/۱۹۲،باب ما جاء فی التشدید عند الموت،ایچ ایم سعید

۱۸؎ جامع الترمذی:۲/۱۸۷،باب من ابواب جامع الدعوات،ایچ ایم سعید

صرف سونے یا چاندی ہی کی جائز ہے، ان کے علاوہ کسی بھی دھات کی انگوٹھی پہننا عورتوں کے لیے جائز نہیں البتہ انگوٹھی کے علاوہ عورتوں کے لیے باقی زیور مثلاً ہار بندے وغیرہ چاہے کسی بھی دھات کے ہوں سب پہننا جائز ہے۔

مسجد بنانے کی فضیلت کے بارے میں حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث نقل کی ہے مَنْ بَنٰی لِلّٰہِ مَسْجِدًا وَّلَوْ کَمَفْحَصِ قَطَاۃٍ بَنٰی لَہٗ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ[۱۹] کہ جس طرح پوری مسجد بنانے پر جنت کا وعدہ ہے اسی طرح اس کے لیے بھی جنت کا وعدہ ہے جو کسی مسجد کی تعمیر میں چڑیا کے گھونسلے کے برابر حصہ لے۔ آہ! شریعت کا کیا احسان ہے، کتنا سستا معاملہ کر دیا۔

حضرت والا کی صاحبزادے کے بارے میں اہم نصیحتیں

ایک اعلان یہ بھی کرنا ہے کہ میری غیر موجودگی میں میرے بیٹے مولانا حکیم محمد مظہر صاحب کا بیان ہوتا ہے۔ میرے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب نے اُن کو مسجدِ نبوی میں خلافت عطا فرمائی ہے لہٰذا اُن کو حقیر سمجھ کر خانقاہ آنا بند کر دینا میرے حقوق کی حق تلفی اور میری محبت کے حقوق کے خلاف ہے۔ خانقاہ کو متروک کر دینے یعنی یہاں آنا جانا بند کر دینے والے شخص کے بارے میں میں یہی سمجھوں گا کہ اس کو مجھ سے محبت نہیں ہے کیوں کہ محبت کے بھی کچھ حقوق ہوتے ہیں۔ مولانا مظہر صاحب کے بیان میں بہت سے لوگ جو کبھی نہیں روئے وہ بھی رو جاتے ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ، اللہ اُن کو اور ترقی سے نوازے، اُن کو بہت بڑا مربّی اور شیخ بنا دے۔

اب دعا کر لیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صاحبِ نسبت کر دے، اولیاءِ صدیقین کی آخری منزل تک پہنچا دے۔ اللہ! ہمیں دنیا بھی دے دے اور آخرت بھی دے دے، ہماری دنیا کی بگڑی بھی بنا دے، آخرت کی بگڑی بھی بنا دے اور تقویٰ والی اور اپنے دوستوں والی زندگی عطا فرما دے۔ ہماری خواتین مائیں بہنیں جو آئی ہیں اللہ ان کو اللہ والی حیات دے

[۱۹] شعب الایمان: ۴/۲۳۳(۲۶۸۱)، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی المشی الی المسجد، مکتبۃ الرشد، ریاض

دے، ہم سب کو اللہ والی حیات نصیب فرمادے۔ اے خدا! ہم کو نفس اور شیطان کی غلامی سے نکال کر اپنے مقبول اور محبوب بندوں کی زندگی عطا فرما، اپنے دُشمنوں اور غافلوں کی اور سرکشوں کی حیات سے ہم سب کو پاک فرمادے۔ اے اللہ! اپنی رحمت سے ہم کو اس وقت تک موت نہ دے جب تک ہم خوب توبہ نہ کرلیں۔ اے اللہ! اپنی رحمت سے ہماری دنیا اور آخرت دونوں بنادیجیے، ہم سے دین کے اتنے بڑے بڑے کام لے لیجیے کہ قیامت تک اُن کے نشانات نہ مٹ سکیں، اس خانقاہ کو شرفِ قبولیت عطا فرما، اس خانقاہ کو بین الاقوامی فیض کا مرکز بنادے اور جو بھی یہاں آئے محروم نہ جائے، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ

وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

نفس کے بندے

چین اِک پَل کو بھی دلوں میں نہیں
گردنوں میں عذاب کے پھندے

دفن کرکے جنازہ عزّت کا
خوار پھرتے ہیں نفس کے بندے

اللہ تعالیٰ کی یاد اور نافرمانی ہر اعتبار سے ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ گناہوں میں تھوڑی دیر کی لذت ہوتی ہے مگر اس کے بعد قلب پر اللہ کی رحمت سے دوری کا جو عذاب نازل ہوتا ہے اس سے دل اتنا بے چین اور پریشان ہوتا ہے کہ خودکشی تک کے وسوسے آنے لگتے ہیں۔ اس کے برعکس عبادات وتقویٰ کی برکت سے اللہ تعالیٰ کے قرب کا وہ گلستاں ملتا ہے جو قلب و روح کو مست وشاد رکھتا ہے۔

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وعظ ''گلستانِ قربِ حق'' میں قرآن پاک اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں قربِ الٰہی کی اس عظیم الشان نعمت اور اس کے طریقۂ حصول کا نہایت مفصل انداز میں بیان فرمایا ہے جس کو حاصل کرنا مقصدِ حیات اور انسانیت کی معراج ہے۔

www.khanqah.org

AW147